خاص برائے الحق
قسط : ۳

مولانا محمد شہاب الدین ندوی
ناظم فرقانیہ اکیڈمی بنگلور ۵۷

عورت اور آزادانہ سیر و سیاحت

ایک آیتِ قرآنی پر بحث

لفظ سیاحت و رہبانیت کی تحقیق قرآن، حدیث اور کلام عرب کی روشنی میں

سیاحت اور جہاد | چنانچہ بعض احادیث میں وضاحت کی گئی ہے کہ جہاد اس امت کی سیاحت ہے: عن ابی امامۃ ان رجلاً قال یا رسول اللہ! ائذن لی فی السیاحۃ. قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ان سیاحۃ امتی الجہاد فی سبیل اللہ تعالیٰ: ابو امامہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ مجھے "سیاحت" کی اجازت دیجئے، تو آپ نے فرمایا کہ میری امت کی سیاحت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔[۲۸]

اصل میں چونکہ اہلِ عرب کے نزدیک اہل کتاب کی دینی اعتبار سے زمانۂ قدیم سے بہت زیادہ قدر و منزلت تھی اور ان کی ہر ادا کو وہ وقعت اور بزرگی کی نگاہ سے دیکھتے تھے، لہٰذا اسلام نے نفسیاتی اعتبار سے ان جذبات و میلانات کا رخ دوسری طرف موڑتے ہوئے چند نسخے تجویز کئے۔ چنانچہ مذکورہ بالا حدیث اور اس کے الفاظ و اسلوب پر ایک نظر ڈالتے ہی اس نتیجے کی صداقت صاف نظر آتی ہے ورنہ لفظ سیاحت کے بعد بطور اضافت "امتی" کا لفظ بڑھانے کی کوئی دوسری وجہ نظر نہیں آتی۔ یہی وجہ ہے کہ بعض دیگر احادیث میں جہاد کو صاف صاف "اسلام کی رہبانیت" قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ایک شخص کے اس سوال پر کہ یا رسول اللہ مجھے کچھ تلقین فرمائیے، آپ نے خصوصیت کے ساتھ ارشاد فرمایا:

وعلیک بالجہاد فانہ رہبانیۃ الاسلام: جہاد کو اپنے اوپر لازم کر لو، کیونکہ یہ اسلام کی رہبانیت ہے۔[۲۹]

---

۲۸ سنن ابو داؤد، کتاب الجہاد، باب النہی عن السیاحۃ، ۱۲/۳، مطبوعہ حمص۔
۲۹ مسند احمد بن حنبل: ۸۲/۳

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں مذکور ہے :

لکل نبیّ رھبانیۃ ورھبانیۃ ھذہ الامۃ الجھاد فی سبیل اللّٰہ عزوجل : ہر نبی کیلئے ایک مخصوص قسم کی رہبانیت تھی، اور اس امت کی رہبانیت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ [۳۰]

یہاں پر لفظ رہبانیت محض "صفت مشاکلت" کے طور پر مذکور ہے، ورنہ صاف ظاہر ہے کہ جہاد اور رہبانیت کے تصورات میں بالکل تضاد پایا جاتا ہے۔ بہرحال اس سے دو حقیقتیں ثابت ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ سیاحت اور رہبانیت دراصل ایک ہی چیز کے دو نام یا ایک ہی سکے کے دو رُخ تھے۔ اور دوسری حقیقت یہ ثابت ہوتی ہے کہ جہاد کے ذریعہ دراصل عیسائیت کے تصوّرِ رہبانیت کو توڑ کر مسلمانوں میں کارزارِ حیات کو گرم کرنے اور جہدِ مسلسل کی اسپرٹ پیدا کرنی مقصود تھی۔ تاکہ مسلمان جہادِ زندگانی سے منہ موڑ کر اور تمدّنی ہنگامہ آرائیوں سے کنارہ کشی اختیار کر کے کسی ایک کونے کے ہو کر نہ بیٹھ جائیں۔ اس طرح سورۂ توبہ کی زیرِ بحث آیات میں "جہاد اور سیاحت" کے تعلق پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

عیسائیوں میں رہبانیت کی ایک خاص شکل تمدّنی ہنگامہ آرائیوں سے کنارہ کشی کے علاوہ چونکہ عورتوں کی قربت سے مکمل پرہیز کرنا یعنی تجرّد کی زندگی اختیار کرنا بھی تھا، جیساکہ قتادہ سے منقول ہے :

ورھبانیۃ ابتدعوھا، قال ذکر لنا انھم رفضوا النساء واتخذوا الصوامع : اور انہوں نے درویشی کی بدعت جاری کی۔ قتادہ کہتے ہیں کہ ہم سے ذکر کیا گیا ہے کہ انہوں نے عورتوں کو چھوڑ دیا ـــ اور عبادت گاہوں کو پکڑ لیا۔ [۳۱]

اس لئے اسلام میں اس قسم کی تجرّد پسندانہ زندگی اور تصورِ حیات کی بھی نفی کی گئی۔ کیونکہ اس سے بہت سے مفاسد پیدا ہو سکتے ہیں اور نظامِ تمدن درہم برہم ہو سکتا ہے۔ اسی معنی میں یہ حدیث بھی مروی ہے :

ان الرھبانیۃ لم تکتب علینا : ہم پر درویشی مشروع نہیں کی گئی ہے۔ [۳۲]

نیز ایک صحابی عثمان بن مظعون کے متعلق جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ انہوں نے تجرّد کی زندگی اختیار کر لی ہے تو آپ نے انہیں بلا کر فرمایا :

انّی لم اؤمر بالرھبانیۃ، ارغبت عن سنتی۔ ؟ مجھے رہبانیت یا درویشی کا حکم نہیں دیا

---

[۳۰] مسند احمد بن حنبل : ۶/۲۶۶ [۳۱] الدرالمنثور فی التفسیر الماثور، از جلال الدین سیوطی : ۶/۱۷۸، مطبعہ دارالمعرفۃ بیروت۔
[۳۲] مسند احمد : ۶/۲۲۶

گیا ہے۔ کیا تم نے میری سنّت سے اعراض کیا ہے۔؟ تو صحابیؓ مذکور نے کہا: نہیں۔ پھر رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ دیکھو میری سنت یہ ہے کہ میں نماز بھی پڑھتا ہوں، سوتا بھی ہوں، روزہ بھی رکھتا ہوں، کھانا بھی کھاتا ہوں۔ نکاح بھی کرتا ہوں، اور طلاق بھی دیتا ہوں، لہذا جس نے میری سنت سے منہ موڑا وہ مجھ سے نہیں ہے۔[۳۳]

سیاحت اور روزہ | اب رہا معاملہ روزے کا تو اس سلسلے میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے: عن عائشة قالت سياحة هذه الامة الصيام: حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ اس امت کی سیاحت روزہ رکھنا ہے۔[۳۴]

دیکھئے اوپر جس طرح جہاد کے بارے میں سیاحت کی نسبت امت محمدیہ کیطرف کی گئی تھی۔ اسی طرح یہاں بھی کی گئی ہے۔ اس سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ اسلام میں سیاحت یا رہبانیت کے تصورات کو توڑنے کے لئے دراصل مختلف طریقے آزمائے گئے، جن میں سے ایک جہاد بھی تھا۔ تو دوسری طرف روزہ بھی ہے۔ اور جیساکہ آگے بیان ہوگا۔ اس سے طلب علم وغیرہ کی خاطر سفر کرنا بھی ہو سکتا ہے۔ مگر ان تمام مطالب ومقاصد میں روزہ رکھنا سب سے زیادہ مشہور ہوگیا۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ یہ ہر کس و ناکس کے لئے آسان اور سہل العمل نظر آتا ہے، بخلاف جہاد کرنے یا علم کی خاطر سفر کرنے یا ہجرت کرنے وغیرہ کے اس طرح امت اسلامیہ کے تمام طبقات اپنے اپنے احوال وظروف کے مطابق اس کا مصداق بن سکتے ہیں اور اس میں کوئی تضاد نہیں ہے۔

روزہ رکھنے کے بارے میں حضرت عائشہؓ کے علاوہ حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام اور بہت سے تابعین سے بھی کثیر روایات منقول ہیں جو کتب تفاسیر میں مذکور ہیں۔

بہرحال سائحون سے روزہ رکھنے والے مراد لینا اس کثرت کے ساتھ مشہور ومروج ہوا کہ وہ عرفاً اس لفظ کے لغوی مفہوم میں داخل ہوکر زبان وادب کا جزو بن گیا۔ یہی وجہ ہے کہ لغات کی تمام کتابیں "سیاحت" کے اس عرفی مفہوم سے بھری ہوئی نظر آتی ہیں، جیساکہ تفصیل اوپر گذر چکی، لہذا اکثر مفسرین ومترجمین نے "سائحون اور سائحات" سے مراد روزہ رکھنے والے مرد اور عورتیں لیا ہے۔ اور اسی کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔ تو انہوں نے کون سا جرم کیا اور کون سی علمی خیانت کی ہے۔؟

---

[۳۳] سنن دارمی، کتاب النکاح: ۲/ ۱۳۳، مطبوعہ بیروت
[۳۴] جامع البیان فی تفسیر القرآن۔ از ابن جریر الطبری: ۱۱/ ۲۹

مفسّرین کی رائے۔ تفسیر ابن جریر، تفسیر ابن جوزی، تفسیر ابن کثیر، تفسیر قرطبی، تفسیر روح المعانی اور دیگر تمام قدیم اور معتبر و مشہور تفاسیر میں اس کا یہی مرادی و عرفی مفہوم بیان کیا گیا ہے کہ اس سے مراد روزہ رکھنے والے ہیں۔ حتیٰ کہ علامہ زمخشری، قاضی بیضاوی اور امام رازی جیسے ائمہ فن تک نے، جو اپنی عقلیت پسندی میں مشہور ہیں۔ اسی معنی و مفہوم کو اولیت دی ہے اور اس کو پسندیدگی کی نظروں سے دیکھا ہے۔ چنانچہ علامہ زمخشری جو زبان و ادب کے مسلّم امام ہیں، تحریر کرتے ہیں:

و (السائحون) الصائمون شبّھوا بذوی السیاحة فی الارض فی امتناعھم من شھواتھم وقیل ھم طلبة العلم یسیحون فی الارض، یطلبونه فی مظانه۔ [۳۵]

ترجمہ: سائحون سے مراد روزہ دار ہیں، ان کو زمین میں سیاحت کرنے والوں سے تشبیہ اپنی خواہشات سے رکے رہنے کی وجہ سے دی گئی ہے۔ نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ طالب ہیں جو زمین میں علم کی تلاش میں گھومتے اور اس کو مطلوبہ مقامات سے حاصل کرتے رہتے ہیں۔

قاضی بیضاوی تحریر فرماتے ہیں:

السائحون الصائمون لقوله علیه السلام سیاحة اُمتی الصوم۔ شبّه بھا من حیث انه یعوّق عن الشھوات، او لانه ریاضة نفسانیة یتوصّل بھا الی الاطلاع علی خفایا الملك او السائحون للجھاد او لطلب العلم: سائحون سے مراد روزہ دار ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت کی سیاحت روزہ رکھنا ہے۔ یہ تشبیہ اس بنا پر ہے کہ روزہ خواہشات نفس کو روکنے والا ہے، یا اس وجہ سے ہے کہ یہ ایک نفسانی ریاضت ہے جس کے ذریعہ ملک اور ملکوت کے بھیدوں کی اطلاع ملتی ہے۔ نیز اس سے مراد وہ لوگ بھی ہو سکتے ہیں جو جہاد یا طلب علم کی خاطر سیاحت کرنے والے ہوں۔ [۳۶]

امام رازیؒ نے اس کے مفہوم و مقتضیٰ پر عقل و نقل کی روشنی میں سب سے زیادہ مفصّل بحث کی ہے۔ مگر چونکہ عبارت بہت طویل ہے اس لئے صرف اردو ترجمے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

---

[۳۵] الکشاف عن حقائق التنزیل وعیون الاقاویل فی وجوہ التاویل المعروف بہ تفسیر کشاف۔ از علامہ جار اللہ محمود زمخشری: ۲/۲۱۶، انتشارات آفتاب۔ تہران۔

[۳۶] انوار التنزیل واسرار التاویل المعروف بتفسیر بیضاوی، ۲/۲۲۱، مطبوعہ دیوبند۔

فرماتے ہیں کہ : السائحون کے بارے میں چند اقوال مروی ہیں جو یہ ہیں :۔

قول اوّل : عام مفسرین کے نزدیک اس سے مراد روزہ دار ہیں۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ قرآن میں جہاں بھی سیاحت کا لفظ آیا ہے اس سے مراد روزہ رکھنا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت کی سیاحت روزے رکھنا ہے۔ حسنؒ سے مروی ہے کہ اس سے فرض روزے مراد ہیں۔ نیز کہا گیا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو روزے رکھنے پر مداومت کرتے ہیں۔ بہرحال سائح کی تفسیر صائم کے معنی میں جس سبب سے بہتر نظر آتی ہے وہ دو ہیں : پہلی وجہ یہ ہے۔ کہ ازہری نے کہا ہے کہ صائم کو سائح اس وجہ سے کہا گیا ہے کیونکہ جو شخص زمین میں عبادت گزار کی حیثیت سے چلتا پھرتا رہے گا اس کے ساتھ زادِ راہ نہیں ہوگا اس طرح وہ کھانے سے رُکا رہے گا۔ اور صائم بھی اسی طرح کھانے سے رُکا رہتا ہے۔ اس مشابہت کی وجہ سے صائم کو سائح کہا گیا۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ سیاحت کی اصل زمین میں مسلسل چلتے رہنا ہے۔ جس طرح کہ پانی بہتا رہتا ہے۔ اس طرح روزہ دار بھی اپنی خواہشات یعنی خورد و نوش اور مجامعت سے باز رہتے ہوئے (مسلسل) اطاعتِ الٰہی میں لگا رہتا ہے۔ اور میرے نزدیک (ان دونوں کے علاوہ) ایک وجہ اور بھی ہے وہ یہ کہ انسان جب اکل و شرب اور مجامعت وغیرہ کو ترک کر کے شہوات کا دروازہ اپنے اوپر بند کر لیتا ہے تو اُس پر حکمت کے ابواب کھل جاتے ہیں اور عالم جلال کے انوار جلوہ افروز ہو جاتے ہیں اس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص چالیس دن تک اللہ کے ساتھ اخلاص کا معاملہ کرتا ہے اس پر حکمت کے سوتے اس کے قلب و زبان سے ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ اس طرح وہ اُن "سائحین" میں ہو جاتا ہے جو اللہ کے عالم جلال میں ہو کر ایک مقام سے دوسرے مقام تک اور ایک درجے سے دوسرے درجے تک منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ اس طرح اس کو عالمِ روحانیات کی سیاحت حاصل ہو جاتی ہے۔

قول دوم :۔ سائحین سے مراد طالب علم ہیں، جو ایک شہر سے دوسرے شہر کو طلب علم کی خاطر منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ اور یہ (ابن عباسؓ کے شاگرد اور مشہور تابعی) عکرمہؒ کا قول ہے۔ (اس موقع پر امام رازی نے سیاحت کے بارے میں بنی اسرائیل کی اس بدکار عورت کے لڑکے کا واقعہ بھی نقل کیا ہے جو اوپر ابن جریر کے حوالے سے گزر چکا ہے۔ پھر اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ تکمیل نفس کے لئے سیاحت کی عظیم تاثیر ہوتی ہے۔ کیونکہ اس راہ میں طالب طرح طرح کے مصائب سے دوچار ہوتا ہے جن پر اس کے لئے صبر و ثابت قدمی ضروری ہوتی ہے۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب توشہ ختم ہو جاتا ہے تو وہ توکل علی اللہ کا محتاج ہو جاتا ہے۔ (پھر) اس کی ملاقات مختلف فضلاء سے ہوتی ہے۔ جن میں سے ہر

ایک سے مخصوص فائدہ اٹھاتا ہے اور اس کی ملاقات جب اکابر سے ہوتی ہے تو ان کے مقابلے میں وہ خود کو حقیر سمجھنے لگتا ہے اور کبھی وہ اپنے کثیر مقاصد کو پا لیتا ہے اور ان سے فائدہ اٹھاتا ہے اور وہ کبھی دنیا والوں کے مختلف احوال کا مشاہدہ کرتا ہے جو مخصوص (جغرافیائی) اختلافات کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ ان احوال و کوائف کے ذریعہ اسکی معرفت قوی ہو جاتی ہے۔ بہرحال دینی اعتبار سے "سیاحت" کے ذریعہ قوی اثرات حاصل ہوتے ہیں۔

قول سوم :- ابو مسلم نے کہا ہے کہ "سائحون" سے مراد زمین میں چلنے پھرنے والے لوگ ہیں۔ (السائرون فی الارض) اور یہ لفظ "سیح" سے ہے جو بہتے ہوئے پانی کو کہتے ہیں۔ اور اس سے مراد وہ شخص ہے جو جہاد اور ہجرت کی غرض سے نکلے۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اس سے پہلی آیت (توبہ : ۱۱۱) میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو جہاد پر ابھارا ہے۔ پھر یہ آیت (توبہ : ۱۱۲) مجاہدین کی صفات کے طور پر مذکور ہے۔ لہذا مناسب یہ ہے کہ مجاہدین ان تمام صفات سے متصف ہوں۔ [۳۷]

اور امام راغب لکھتے ہیں :

(السائحون) یعنی روزہ رکھنے والے (السائحات) روزہ رکھنے والیاں۔ بعض نے کہا ہے کہ روزہ کی دو قسمیں ہیں : ایک تو حقیقی روزہ یعنی ترک طعام و جماع اور دوسرے حکمی روزہ یعنی جوارح کو گناہوں سے محفوظ رکھنا جیسے آنکھ، کان اور زبان۔ اس لحاظ سے (حقیقی) "سائح" وہ ہے جو دوسری قسم کا روزہ رکھے۔ نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ "سائحون" سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس آیت کے مقتضا کا قصد کرنے والے ہوں۔ (یتحرّون ما اقتضاه قوله ....) "افلم یسیروا فی الارض فتکون لهم قلوب یعقلون بها او آذان یسمعون بها۔" (کیا انہوں نے زمین میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ ان کیلئے سمجھنے والے دل اور سننے والے کان ہوتے !) ص[۳۸]

مختلف اقوال میں تطبیق | مذکورہ بالا اقوال و مباحث سے حسب ذیل تفسیریں سامنے آتی ہیں :

۱۔ تقریباً تمام ائمہ لغت اور مفسرین کے نزدیک اس سے اولین طور پر روزہ رکھنے والے مراد ہیں اور ثانوی طور پر کچھ اور

۲۔ دوسرے نمبر پر جہاد مراد ہے۔

---

۳۷ مفاتیح الغیب المعروف بہ تفسیر کبیر، ۱۶/۲۰۳-۲۰۴، طبع جدیدہ۔

۳۸ المفردات فی غریب القرآن، ص ۲۴۶، دار المعرفۃ بیروت۔

۳۔ تیسرے نمبر پہ طلب علم مراد ہے۔

۴۔ چوتھے نمبر پہ مہاجرین یعنی ہجرت کرنے والے لوگ مراد ہیں۔

۵۔ اور پانچویں نمبر پہ امام راغب کی تصریح کے مطابق عالم تکوین سے متعلق اللہ کی آیات اور اسکی نشانیوں کا سراغ لگانے کی خاطر مختلف مقامات کا سفر کرنے والے بھی مراد ہو سکتے ہیں۔

۶۔ اور چھٹے نمبر پہ اس میں سفر حج بھی شامل ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ ابن عمرؓ کی ایک حدیث سے اس کا اشارہ نکلتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ جب کبھی آپ کسی غزوے یا سفر حج یا سفر عمرہ سے لوٹتے تو راہ میں کسی بلندی سے گزرتے ہوئے آپ پہلے تو تین بار تکبیر کہا کرتے، پھر یوں فرماتے:

لاالہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد، وھو علی کل شیئ قدیر، آئبون، تائبون، عابدون، سائحون لربنا، حامدون، صدق اللہ وعدہ، ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ سارا ملک اسی کا اور سب تعریف اسی کے لئے ہے اور وہ ہر چیز کی قدرت رکھنے والا ہے۔ (ہم سب) لوٹنے والے توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، اپنے رب کے لئے سیاحت کرنے والے اور حمد کرنے والے ہیں۔ اللہ نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اور اپنے بندے کو کامران بنایا۔ اور (باطل) فوجوں کو تنہا شکست دی۔[39]

اس دعائے نبوی میں قرآن کی زیر بحث آیت کریمہ کے اکثر الفاظ موجود ہیں اور لفظ سائحون بھی مذکور ہے۔ اس سے یہ استنباط ہو سکتا ہے کہ اس قسم کے اسفار بھی اس لفظ کے مقتضاء کے مطابق ہو سکتے ہیں۔ اس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور نمونہ و مثال اپنے اقوال و افعال کے ذریعہ مختلف امور و مسائل کیطرف اشارہ کر دیا ہے۔

نیز اس موقع پہ ایک بہت بڑی حقیقت یہ بھی ملحوظ رہے کہ اس حدیث پاک میں سائحون کے ساتھ "لربنا" کی بھی قید لگی ہوئی ہے، جس کا صاف مفہوم و مقتضا یہ ہے کہ مذکورہ بالا اقسام میں سے چاہے جس قسم کی بھی "سیاحت" اختیار کی جائے وہ محض اپنے رب کی خاطر اور پروردگار عالم کی رضا جوئی کے واسطے ہونی چاہئے، مطلق سیر سپاٹا اور لہو و لعب مطلوب و مقصود نہ رہے بلکہ دل ہمیشہ یاد الٰہی میں لگا رہے۔ اور خدا کی یاد ایک لمحے کے لئے بھی دل سے محو نہ ہو۔ جیسا کہ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کے مطابق جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث سے آشکارا ہو رہا ہے۔ سفر و حضر اور سیاحت و

---

[39] جامع ترمذی، ابواب الحج، باب مایقول عند القفول من الحج والعمرۃ، ۲/۲۱۳، بیروت

صحرانوردی میں اس قسم کی دعاؤں سے مقصود یہ ہے کہ خدا کی یاد سے انسان کبھی غافل ہو اور کھیل کود میں پھنس کر خدائی ضوابط کو کبھی فراموش نہ کرے۔

دیکھئے محض ایک ذراسی قید میں کتنی بڑی حکمت ملحوظ رکھی گئی ہے۔ اور کس کس انداز میں حکمت وبصیرت کے موتی لٹائے گئے ہیں! کوئی ٹھکانہ ہے اس "کتاب حکمت" کے شارح اعظم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اس نکتہ سنجی اور دقیقہ آفرینی کا!! کیوں نہ ہو جس طرح قرآن حکیم ایک عظیم ترین اور لاثانی کلام ہے اس طرح اس کا اولین شارح اور ہادیٔ برحق — فداہ ابی وامی — بھی دنیا کا سب سے بڑا نکتہ رس اور تفہیمات الٰہیہ کا رازدار تھا جو اشاروں ہی اشاروں میں کتاب ربانی کے عقدہائے لاینحل کو کھول کر رکھ دیتا اور حکمت ودانش کی ضیاباریوں سے شب ظلمت کو روشن کر دیتا ہے۔ تاکہ امت مسلمہ باد مخالف اور باد سموم کی ہلاکت خیزیوں سے مامون ومحفوظ رہے اور باطل کا سر پوری قوت کے ساتھ کچلا جا سکے۔

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۔ وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ایک رسول انہی میں سے بھیجا جو انہیں اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے، اُن کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ (جمعہ: ۲)

"حکمت ودانش" کا یہی وہ انوکھا روپ اور اسکی بے مثال ضیاباری ہے جو ہر دور میں اس امت کے کام آرہی ہے اور آتی رہے گی۔ اور کبھی اور کسی بھی دور میں اس کے پائے ثبات میں کسی قسم کی لغزش پیدا نہ ہوگی، خواہ باطل اس کی راہ مارنے کی کتنی ہی کوشش کیوں نہ کر ڈالے۔

اب خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کتاب حکمت اور اس کے اس بے مثال شارح کے کلام میں اس قسم کے کتنے جواہر پارے "سربمہر خزانوں" کی طرح موجود ومحفوظ ہیں! کون ہے جو ان حکیمانہ کلاموں کی گہرائیوں کو ناپ سکتا ہو۔؟

وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ : اور تم قرآن کو ایک (انتہائی) حکمت والی اور علم والی ہستی سے حاصل کر رہے ہو۔ (نمل: ۶)

لہٰذا خود آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دعویٰ کتنا حقیقت افروز اور عین مطابق واقعہ ہے۔

بعثتُ بجوامع الکلم : میں جامع کلمات کے ساتھ بھیجا گیا ہوں۔[۲۰]

---

۲۰ بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب قول النبی صلعم بعثتُ بجوامع الکلم ۸/۱۳۸، مسلم، کتاب المساجد، حدیث نمبر ۶، ۱/۳۷۱، مطبوعہ ریاض۔

الا انی اُوتیت الکتاب ومثلہ معہ ، الا انی اُوتیت القرآن ومثلہ معہ ۔ ہاں جان لو کہ مجھے کتاب دی گئی ہے اور اس کے ساتھ اسی جیسی ایک چیز اور بھی ۔ ہاں دیکھو مجھے قرآن دیا گیا ہے ۔ اور اس کے ساتھ ایک ویسی ہی چیز اور بھی ہے[۱۲۹]

اس لحاظ سے قرآن اور حدیث دونوں ایک دوسرے کے مصدق و مؤید ہیں ، ایک کی حیثیت متن کی سی ہے اور دوسرے کی شرح کی سی ، جیسا کہ پچھلے تمام مباحث سے بخوبی واضح ہو گیا ۔ اور ان دونوں میں تعارض و تضاد صرف اس کو نظر آسکتا ہے جس کی آنکھ میں بھینگا پن موجود ہو ۔ غرض اہل کتاب میں جس قسم کی سیاحت یا رہبانیت مروج تھی اس کو مٹانے کی خاطر اس قسم کے پیمبرانہ ارشادات و ہدایات بطور تحدید نہیں بلکہ بطور مثال ہی ہو سکتے ہیں ۔ لہٰذا ان میں کسی قسم کا تعارض و تضاد نہیں ہے ۔

نیز عیسائیت میں مروج سیاحت ، یا رہبانیت ، چونکہ زہد و تقشّف کے ساتھ ساتھ پر مشقت طرز عبادت تھا ، اس لئے اسلام نے اس کا جو بھی نعم البدل تجویز کیا اس میں بھی مشروعیت کے ساتھ ساتھ مشقت بھی پائی جاتی ہے ۔ خواہ اس کا درجہ کتنا ہی کم کیوں نہ ہو ۔ جیسے جہاد یا روزہ ، یا طلب علم کے لئے سفر یا ہجرت یا سفر حج وغیرہ ۔ گویا "سیاحت" "مشقت" کا لازمہ ہے اور یہ عیسائیت و اسلام کے درمیان قدر مشترک ہے ، اگرچہ ان دونوں کے اغراض و مقاصد بالکل مختلف و متضاد ہیں ، جیسا کہ تفصیل آگے آرہی ہے ۔

نیز اسی طرح چونکہ سیاحت کی اصل "سَیْح" ہے ، یعنی بہتا ہوا پانی ، لہٰذا اس لفظ کی اصل کے مطابق مذکورہ بالا تمام امور میں تسلسل و دوامیت بھی ہونی چاہئے جس طرح کہ پانی کی خصوصیت مسلسل بہنا اور جاری رہنا ہے ، یعنی جس طرح اس میں ٹھہراؤ نہیں ہوتا ۔ اسی طرح اس قسم کی تمام عبادات و ریاضتوں میں بھی دائمی جریان اور بہاؤ ہونا چاہئے ۔ یہ نہیں کہ چند دن تو عمل کرتے رہے ، پھر تھک کر یا بیزار ہو کر خاموش بیٹھ گئے ۔

اسلام کا تکمیلی کارنامہ | اس پوری بحث سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ "سیاحت" سے متعلق جو غلط تصورات اہل کتاب اور خصوصاً عیسائیوں میں رائج تھے کہ انتہائی جسمانی اذیت اور ترک راحت و لذت قرب الٰہی کا ذریعہ ہے ۔ یا ہو سکتا ہے ، اس باطل اور غیر فطری تصور حیات کو مٹانا اور نظام تمدن کی صحیح اصلاح کر کے اس کو اپنی اصلی و فطری شکل میں لانا اسلام کا اصل مقصد تھا ۔ ایک طرف تو انتہا پسندی تھی اور دوسری طرف دین و شریعت کے میدان میں نو وارد اور بھولے بھالے عرب تھے جو اپنی

---

[۱۲۹] مسند احمد بن حنبل : ۴/ ۱۳۱ ، مطبوعہ بیروت ۔

نوآموزی کی بنا پر اہل کتاب کی نام نہاد دینداری سے ——————— ایک طرح سے مرعوب یا متاثر تھے اور چاہتے تھے کہ دینداری کے میدان میں ہم بھی اہل کتاب کا مقابلہ کریں۔ جیسا کہ مختلف واقعات سے ظاہر ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اصلاحی نقطۂ نظر سے شریعت و اخلاق کا یہ ایک نہایت درجہ نازک مسئلہ و مرحلہ تھا۔ اور قوموں کی زندگیوں میں ایسے بہت سے نازک مراحل و مقامات آتے رہتے ہیں، جب کہ ان کا سابقہ مختلف اقوام اور ان کے نظامہائے اخلاق و تمدّن سے پڑتا ہے۔

غرض ایک طرف تو دین کی تکمیل ہو رہی تھی اور شریعتِ الٰہیہ کی تجدید نو و تشکیل نو عمل میں آ رہی تھی، دوسری طرف اہلِ کتاب کے غلط معتقدات و مزعومات تھے جن کی اصلاح بھی ضروری تھی، تیسری طرف "تازہ دم عربوں کی، جو خلافت ارض کا بار امانت سنبھالنے کے لئے اہلِ کتاب جیسے عضوِ ناکارہ اور مادۂ فاسدہ کے مقابلے میں اپنی صالح فطرت کے باعث ہر نقشِ نو کو قبول کرنے کی حیرت انگیز صلاحیت رکھتے تھے۔ اصلاح و تربیت اس طرح کی جاری تھی کہ ایک طرف تو وہ اہلِ کتاب کے گمراہانہ اثرات سے محفوظ اور ان کی پرچھائیوں تک سے دور بھی رہیں اور دوسری طرف ان ربانی اہداف و مقاصد کی تکمیل کا بھی ذریعہ بن سکیں جن کی وجہ سے انسان کی تخلیق عمل میں آئی تھی اور حضرت آدم علیہ السلام کے سر پر تاجِ خلافت رکھا گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ سیاحت یا رہبانیت تصورِ خلافت کی عین ضد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو خلافت ارضی یا زمین کی جانشینی کا واضح تصور اور واضح مقصدِ حیات دے کر دنیا میں بھیجا تھا۔ تاکہ دنیا سے ظلم و زیادتی کو مٹا کر عدلِ الٰہی کو قائم کیا جا سکے۔ چونکہ اس مقصدِ عظیم کی تکمیل اسلام کا بنیادی ہدف تھا اس لئے دنیا کے سب سے بڑے معلّم اخلاق اور ہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے تصورِ سیاحت و رہبانیت پر کاری ضرب لگاتے ہوئے اس کا دھارا دوسری طرف موڑ دیا۔ (جاری)

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے
پتہ صاف اور خوشخط تحریر فرمائیے